

مرے دل مرے مسافر

فیض احمد فیض



مرے دل مرے مسافر

شاعری

فیض احمد فیض

دل من مسافر من

مرے دل، مرے مسافر
ہوا پھر سے حکم صادر
کہ وطن بدر ہوں ہم تم
دیں گلی گلی صدائیں
کریں رخ گنگنگر کا
کہ سراغ کوئی پائیں
کسی یار نامہ بر کا
ہر اک اجنبی سے پوچھیں
جو پتا تھا اپنے گھر کا
سر کوئے ناشایاں
ہمیں دن سے رات کرن
کبھی اس سے بات کرنا
تمہیں کیا کہوں کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے
ہمیں یہ بھی تھا غنیمت
جو کوئی شمار ہوتا ہے

ہمیں	کیا	تھا	برا	منا	ہوتا!
اگر	ایک	بار			

(لنڈن ۱۹۷۸ء)



پھول مر جھا گئے ساری

پھول مر جھا گئے ہیں سارے
 تھمنے نہیں ہیں آسمان کے آنسو
 شمعیں ہیں بے نور ہو گئی
 آئینے ہیں چور ہو گئے
 ساز سب نج کے کھو گئے ہیں
 پالیں ہیں بجھ کے سو گئی
 اور چیچپے کے بادلوں ان
 دور دلارا اس رات کا
 درد ستارا ٹمٹما رہا
 جھنجھنا ہے مسکرا رہا

◆◆◆

کوئی عاشق کسی محبوبہ سے

گلشنِ یاد میں گر آج دم باد صبا
 پھر سے چاہے کہ گل افشاں ہو تو ہو جانے دو
 عمر رفتہ کے کسی طاق پہ بسرا ہوا درد
 پھر سے چاہے کہ فروزاں ہو تو ہو جانے دو

جیسے بیگانہ سے اب ملتے ہو ویسے ہی سہی
 آؤ دو چار گھنٹی میرے مقابل بیٹھو
 گرچہ مل بیٹھیں گے ہم تم تو ملاقات کے بعد
 اپنا احساس زیاد اور زیادہ ہو گا

ہم سخن ہوں گے جو ہم دونوں تو ہربات کے نیچ
 ان کہی بات کا موہوم سا پردہ ہو گا
 کوئی اقرار نہ میں یاد دلاوں گا نہ تم
 کوئی مضمون وفا کا نہ جفا کا ہو گا

گرد ایام کی تحریر کو دھونے کے لئے
 تم سے گویا ہوں دم دید جو میری پلکیں
 تم جو چاہو تو سنو اور جو نہ چاہو نہ سنو

اور جو حرف کریں مجھ سے گریزاں آنکھیں
تم جو چاہو تو کہو اور جو نہ چاہو نہ کہو



(۱) آپ کی یاد آتی رہی

”آپ کی یاد آتی رہی رات بھر“
چاندنی دل دکھاتی رہی رات بھر

گاہ جلتی ہوئی گاہ بھتی ہوئی
شمع غم جھملاتی رہی رات بھر

کوئی خوشبو بدلتی رہی پیر ہاں
کوئی تصویر گاتی رہی رات بھر

پھر صبا سایہ شاخ گل کے تلے
کوئی قصہ سناتی رہی رات بھر

جو نہ آیا اسے کوئی زنجیر در
ہر صدا پر بلا تی رہی رات بھر

ایک امید سے دل بہلتا رہا
اک تمبا ستاتی رہی رات بھر



(۲) اسی انداز سے چل باد صبا

”اسی انداز سے چل باد صبا آخر شب“
یاد کا پھر کوئی دروازہ کھلا آخر شب

دل میں بکھری کوئی خوبیوئے قبا آخر شب
صح پھوٹی تو وہ پہلو سی اٹھا آخر شب

وہ جو اک عمر سی آیا نہ گیا آخر شب
چاند سے ماند ستاروں نے کہا آخر شب

لمس جانا نہ لئے مستی پیانہ لئے
حمد باری کو اٹھے دست دعا آخر شب

گھر جو ویراں تھا سر شام وہ کیسے کیسے
فرقت یار نے آباد کیا آخر شب

جس ادا سے کوئی آیا تھا کبھی اول صح
”اسی انداز سے چل باد صبا آخر شب“



ایک دکنی غزل

کچھ پہلے ان آنکھوں آگے کیا کیا نہ نظارا گزرے تھا
کیا روشن ہو جاتی تھی گلی جب یار ہمارا گزرے تھا

تھے کتنے اچھے لوگ کہ جن کو اپنے غم سے فرصت تھی
سب پوچھیں تھے احوال جو کوئی درد کا مارا گزرے تھا

اب کے تو خزاں ایسی ٹھہری وہ سارے زمانے بھول گئے
جب موسم گل ہر پھیرے میں آ آ کے دوبارا گزرے تھا

تھی یاروں کی بہتات تو ہم اغیار سے بھی بیزار نہ تھے
جب مل بیٹھے تو دشمن کا بھی ساتھ گوارا گزرے تھا

اب تو ہاتھ سمجھائی نہ دیوئے لیکن اب سے پہلے تو
آنکھ اٹھتے ہی ایک نظر میں عالم سارا گزرے تھا



منظہ

آسمان آج اک بحر پر شور ہے
 جس میں ہر سو رواں بادلوں کے جہاز
 ان کے عرش پر کرنوں کے مستول ہیں
 باد بانوں کی پہنے ہوئے فرغلیں
 نیل میں گنبدوں کے جزیرے کئی
 ایک بازی میں مصروف ہے ہر کوئی
 ابائیل کوئی نہاتی ہوتی ہوئی
 کوئی چیل غوطے میں جاتی ہوئی
 کوئی طاقت نہیں اس میں زور آزمایا
 کوئی بیڑا نہیں ہے کسی ملک کا
 اس کی تھے میں کوئی آبدو زیس نہیں
 کوئی راکٹ نہیں کوئی توپیں نہیں
 یوں تو سارے عناصر ہیں یاں زور میں
 امن کتنا ہے اس بحر پر شور میں



(۱) شاعر لوگ

ہر اک دور میں ہم ہر زمانے میں ہم
 زہر پیتے رہئے گیت گاتے رہے
 جان دیتے رہے زندگی کے لئے
 ساعت وصل کی سر خوشی کے لئے
 دین و دنیا کی دولت لٹاتے رہے
 فقر و فاقہ کا تو شہ سنبھالے ہوئے
 جو بھی رستہ چنا اس پر چلتے رہے
 مال والے حقارت سے تکتے رہے
 طعن کرتے رہئے ہاتھ ملتے رہے
 ہم نے ان پر کیا حرف حق سنگ زن
 جن کی ہبیت سے دنیا لرزتی رہی
 جن پر آنسو بہانے کو کوئی نہ تھا
 اپنی آنکھ ان کے غم میں برستی رہی
 سب سے اوجھل ہوئے حکم حاکم پر ہم
 قید خانے سہئے تازیانے سہے
 لوگ سنتے رہے ساز دل کی صدا
 اپنے نغمے سلاخوں سے چھنتے رہے
 خونچکاں دہر کا خونچکاں آئیںہ

دکھ بھری خلق کا دکھ بھرا دل ہیں ہم
 طبع شاعر ہے جنگاہ عدل و ستم
 منصف خیر و شر حق و باطل ہیں ہم



(۲) شوپیں کا نغمہ بجتا رہا

چھلنی ہے اندر ہیرے کا سینہ بر کھا کے بھالے بر سے ہیں
دیواروں کے آنسو رواؤ، گھر خاموشی میں ڈوبے ہیں
پانی میں نہائے ہیں بوٹے
گلیوں میں ہوا کا پھیرا ہے
شوپیں کا نغمہ بجتا ہے
اک غمگین لڑکی کے چہرے پر چاند کی زردی چھائی ہے
جو برف گری تھی اس پلہو کے چھینٹوں کی رشنائی ہے
خنوں کا ہر داغ دکلتا ہے
شوپیں کا نغمہ بجتا ہے

پچھا آزادی کے متوا لے جاں کف پہ لئے میداں میں گئے
ہر سو دشمن کا زرغند تھا، پچھنچ نکلنے کچھ کھیت رہے
عالم میں ان کا شہرہ ہے
شوپیں کا نغمہ بجتا ہے

اک کونج کو سکھیاں چھوڑ گئیں آکاش کی نیلی را ہوں میں
وہ یاد میں تھاروتی تھی، لپٹائے اپنی باہوں میں
اک شاہیں اس پر جھپٹا ہے

شوپیں کا نغمہ بجتا ہے

غم نے سانچے میں ڈھالا ہے
اک باپ کے پتھر چہرے کو
مردہ بیٹے کے ماتھے کو
اک ماں نے روکر چوما ہے
شوپیں کا نغمہ بجتا ہے

پھر پھولوں کی رت لوٹ آئی
اور چاہنے والوں کی گردن میں جھولے ڈالے باہوں نے
پھر جھرنے ناپے چھن چھن چھن
اب بادل ہے نہ برکھا ہے
شوپیں کا نغمہ بجتا ہے



لاو تقتل نامہ مرا

سنے کو بھیڑ ہے سر محشر لگی ہوئی
 تہمت تمہارے عشق کی ہم پر لگی ہوئی
 رندوں کے دم سے آتش مے کے بغیر بھی
 ہے میکدے میں آگ برابر لگی ہوئی
 آباد کر کے شہر خموش ہر ایک سو
 کس کھونج میں ہے تنغ ستگر لگی ہوئی
 آخر کو آج اپنے لہو پر ہوئی تمام
 بازی میان قاتل و نخنجر لگی ہوئی
 ”لاو تو قتل نامہ مرا میں بھی دیکھ لوں
 کس کس کی مہر ہے سر محشر لگی ہوئی“



سہل یوں راہ زندگی کی

سہل یوں زندگی کی ہے
ہر قدم ہم نے عاشقی کی ہے

ہم نے دل میں سجا لئے گلشن
جب بہاروں نے بے رخی کی ہے

زہر سے دھو لئے ہیں ہونٹ اپنے
لطف ساقی نے جب کمی کی ہے

تیرے کوچے میں بادشاہی کی
جب سے نکلے گدا گری کی ہے

بس وہی سرخ رو ہوا جس نے
بحر خون میں شناوری کی ہے

”جو گزرتے تھے داغ پر صدمے“
اب وہی کیفیت سمجھی کی ہے



تین آوازیں

ظام

جشن ہے ماتم امید کا آؤ لوگو
 مرگ انبوہ کا تھوار مناؤ لوگو
 عدم آباد کو آباد کیا ہے میں نے
 تم کو دن رات سے آزاد کیا ہے میں نے
 جلوہ صبح سے کیا مانگتے ہو
 بستر خواب سے کیا چاہتے ہو
 ساری آنکھوں کو تھنخ کیا ہے میں نے
 سارے خوابوں کا گلا گھونٹ دیا ہے میں نے
 اب نہ لہکے گی کسی شاخ پہ پھولوں کی حنا
 فصل گل آئے گی نمرود کے انگار لئے
 اب نہ برسات میں برسے گی گھر کی برکھا
 ابر آئے گا خس و خار کے انبار لئے
 میرا مسلک بھی نیا راہ طریقت بھی نئی
 میرے قانون بھی نئے میری شریعت بھی نئی
 اب فقیہان حرم دست صنم چوئیں گے
 سرو قد مٹے کے بونوں کے قدم چوئیں گے

فرش پر آج در صدق و صفا بند ہوا
عرش پر آج ہر اک باب دعا بند ہوا

مظلوم

رات چھائی تو ہر اک درد کے دھارے چھوٹے
صح پھوٹی تو ہر اک زخم کے ٹانکے ٹوٹے
دوپہر آئی تو ہر رگ نے لہو برسایا
دن ڈھلا خوف کا عفریت مقابل آیا
یا خدا یہ مری گردان شب و روز و سحر
یہ مری عمر کا بے منزل و آرام سفر
کیا یہی کچھ مری قسم میں لکھا ہے تو نے
ہر سرت سے مجھے عاق کیا ہے تو نے
وہ یہ کہتے ہیں تو خوشنود ہر اک ظلم سے ہے
وہ یہ کہتے ہیں ہر اک ظلم ترے حکم سے ہے
گریہ سچ ہے تو ترے عدل سے انکار کروں؟
ان کی مانوں کہ تری ذات کا اقرار کروں؟

ندائے غیب

ہر اک اولی الامر کو صدا دو
کہ اپنی فرد عمل سنبھالے

اٹھے گا جب جمع سر فروشان
 پڑیں گے دارو رن کے لالے
 کوئی نہ ہو گا کہ جو بچا لے
 جزا سزا سب یہیں پہ ہو گی
 یہیں عذاب و ثواب ہو گا
 یہیں سے اٹھے گا شور محشر
 یہیں پہ روز حساب ہو گا



یہ ماتم وقت کی گھڑی ہے

ٹھہر گئی آسمان کی ندیا
وہ جا لگی ہے افق کنارے
اداس رنگوں کی چاند نیا
اتر گئے ساحل زمین پر
سبھی کھویا

تمام تارے
اکھڑ گئی سانس پتیوں کی
چلی گئیں اونگھ میں ہواںیں
گجر بجا حکم خامشی کا
تو چپ میں گم ہو گئیں صدائیں
سحر کی گوری کی چھاتیوں سے
ڈھلک گئی تیرگی کی چادر

اور اس بجائے
بکھر گئے اس کے تن بدن پر
نراس تنہائیوں کے سائے
اور اس کو کچھ بھی خبر نہیں ہے
کسی کو کچھ بھی خبر نہیں ہے
کہ دن ڈھلے شہر سے نکل کر

کدھر کو جانے کا رخ کیا تھا
نہ کوئی جادہ نہ کوئی منزل

کسی مسافر کو
اب دماغ سفر نہیں ہے
یہ وقت زنجیر روز و شب کی
کہیں سے ٹوٹے ہوئی کڑی ہے
یہ ماتم وقت کی گھڑی ہے

یہ وقت آئے تو بے ارادہ
کبھی کبھی میں بھی دیکھتا ہوں
اتار کر ذات کا لبادہ
کہیں سیاہی ملامتوں کی
کہیں پہل بولے الفتوں کے
کہیں لکیریں ہیں آنسوؤں کی
کہیں پہ خون جگر کے دھبے
یہ چاک ہے پنجہ عدو کا
یہ مہر ہے یار مہرباں کی
لعل لب ہائے مہوشان کے
یہ مرحمت شیخ بدز باں کی
یہ جامہ روز و شب گزیدہ

مجھے یہ پیر ہاں دریدہ
عزیز بھی ناپسند بھی ہے
کبھی یہ فرمان جوش وحشت
کہ نوچ کراس کو سینک ڈالو
کبھی یہ اصرار حرف الافت
کہ چوم کر پھر گلے لگا لو



ہم تو مجبور وفا ہیں

تجھ کو کتنوں کا لہو چاہئے اے ارض وطن
جو تری عارض بے رنگ کو گلزار کریں

کتنی آہوں سے کلیجہ ترا ٹھنڈا ہو گا
کتنے آنسو ترے صحراؤں کو گلزار کریں

تیرے ایوانوں میں پرزرے ہوئی پیام کتنے
کتنے وعدے جو نہ آسودہ اقرار ہوئے

کتنی آنکھوں کی نظر کھا گئی بد خواہوں کی
خواب کتنے تری شہ راہوں میں سنگسار ہوئے

بلاکشان مجت پھ جو ہوا سو ہوا
جو مجھ پھ گزری مت اس سی کھو ہوا سو ہوا

مباد ہو کوئی ظالم تر گریبان گیر
لہو کے داغ تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

ہم تو مجبور وفا ہیں مگر اے جان جہاں
اپنے عشق سے ایسے بھی کوئی کرتا ہے

تیری محفل کو خدا رکھے ابد تک قائم
ہم تو مہماں ہیں گھڑی بھر کے ہمارا کیا ہے



سچھی پچھے ہے تیرا دیا ہوا

سچھی پچھے ہے تیرا دیا ہوا، سچھی راہتیں، سچھی کلفتیں
کبھی صحبتیں کبھی فرقتیں کبھی دوریاں کبھی قربتیں

یہ سخن جو ہم نے رقم کئے یہ ہیں سب ورق تری یاد کے
کوئی لمحہ صبح وصال کا کئی شام بحر کی مدیں

جو تمہاری مان لیں نا صھا، تو رہے گا دامن دل میں کیا
نہ کسی عدو کی عداوتیں، نہ کسی صنم کی مروتیں

چلو آؤ تم کو دکھائیں ہم جو بچا ہے مقتل شہر میں
یہ مزار اہل صفا کے ہیں یہ ہیں اہل صدق کی تربتیں

مری جان، آج کا غم نہ کر کہ نہ جانے کا تب وقت نے
کسی اپنے کل میں بھی بھول کر کہیں لکھ رکھی ہوں مسرتیں



پیرس

دن ڈھلائے کوچہ و بازار میں صفت بستہ ہوئیں

ز در در روشنیاں

ان میں ہر ایک کے کشکول سے بر سیں رم جھم

اس بھرے شہر کی ناسود گیاں

دور پس منظر افلاک میں دھندا نے لگے

عظمت رفتہ کے نشاں

پیش منظر میں

کسی سایہ دیوار سے لپٹا ہوا سایہ کوئی

دوسرے سائے کی موہوم سی امید لئے

روز مرہ کی طرح

زیر لب

شرح بے دردی ایام کی تمہید لئے

اور کوئی اجنی

ان روشنیوں سایوں سے کترتا ہوا

اپنے بے خواب شبستان کی طرف جاتا ہوا



قوالی

جلا پھر صبر کا خمن، پھر آہوں کا دھواں اٹھا
ہوا پھر نذر صر ہر نشیمن کا ہر اک تنکا
ہوئی پھر صح ماتم آنسوؤں سے بھر گئے دریا
چلا پھر سوئے گردوں کاروان نالہ شبہا
ہر اک جانب فضا میں پھر مچا کہرام یا رب ہا

امد آئی کہیں سے پھر گھٹا وحشتی زمانوں کی
فضا میں بجلیاں لہائیں پھر سے تازیانوں کی
قلم ہونے لگی گردن قلم کے پاسپانوں کی
کھلا نیلام ذہنوں کا لگی بولی زبانوں کی

لہو دینے لگا ہر اک دہن میں بخوبیہ لہما
چلا پھر سوئے گردوں کاروان نالہ شبہا

ستم کی آگ کا ایندھن بنے دل پھر سے وادلہا
یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں خداوندا
بنا پھرتا ہے ہر اک مدعا پیغام بر تیرا
ہر اک بت کو صنم خانے میں دعوی ہے جدائی کا

خدا محفوظ رکھے از خدوندان مذهب ہا
چلا پھر سوئے گردوں کاروان نالہ شب ہا



کیا کریں

مری تری نگاہ میں
جولا کھا انتظار ہیں
جو میرے تیرے تن بدن میں
لا کھدل فگار ہیں
جو میری تیری انگلیوں کی بے حسی سے
سب قلم نزار ہیں
جو میرے تیرے شہر کی
ہر اک گلی میں
میرے تیرے نقش پاکے بے نشاں مزار ہیں
جو میری تیری رات کے
ستارے زخم زخم ہیں
جو میری تیری صبح کے
گلاب چاک چاک ہیں
یہ زخم سارے بے دوا
یہ چاک ساری بے رفو
کسی پر اکھ چاند کی
کسی پر اوں کا لہو
یہ ہے بھی یا نہیں بتا،

یہ ہے کہ محض جال ہے
مرے تمہارے عنکبوت و ہم کا بنا ہوا
جو ہے تو اس کا کیا کریں
نہیں ہے تو بھی کیا کریں
بتا، بتا،
بتا، بتا،



دو نظمیں فلسطین کے لئے

(۱) فلسطینی شہداء جو پر دلیں میں کام آئے

میں جہاں پر بھی گیا ارض وطن
 تیری تذلیل کے داغوں کی جلن دل میں لئے
 تیری حرمت کے چراغوں کی لگن دل میں لئے
 تیری الفت، تری یادوں کی کمک ساتھ گئی
 تیری نارنج شگونوں کی مہک ساتھ گئی
 سارے ان دیکھے رفیقوں کا جلوہ ساتھ رہا
 کتنے ہاتھوں سے ہم آغوش مرا ہاتھ رہا
 دور پر دلیں کی بے مہر گزر گاہوں میں
 اجنبی شہر کی بے نام و نشان را ہوں میں
 جس زمین پر بھی کھلا میرے لہو کا پرچم
 لہلہتا ہے وہاں ارض فلسطین کا علم
 تیرے اعداد نے کیا ایک فلسطین برباد
 میرے زخموں نے کئے کتنے فلسطین آباد

(۲) فلسطینی بچے کے لئے اوری

مت رو بچے

رورو کے ابھی

تیری امی کی آنکھ لگی ہے

مت رو بچے

کچھ ہی پہلے

تیرے ابا نے

اپنے غم سے رخصت لی ہے

مت رو بچے

تیرا بھائی

اپنے خواب کی تتمی پچھے

دور کہیں پر دیس گیا ہے

مت رو بچے

تیری با جی کا

ڈولا پرانے دیس گیا ہے

مت رو بچے

تیرے آنکن میں

مردہ سورج نہلا کے گئے ہیں

چند رما دفنا کے گئے ہیں

مت رو بچے

امی، ابا، با جی، بھائی

چانداور سورج

تو گر روئے گا تو یہ سب

اور بھی تجھ کو رلوائیں گے

تو مسکاۓ گا تو شاید

سارے اک دن بھیں بدل کر

تجھ سی کھلینے لوٹ آئیں گے



نذر حافظ

ناحیم گفت بجز غم چہ ہنر دار و عشق
بروائے خواجہ عاقل ہنرے بہتر ازیں

زیادہ	اس سے	کچھ	قد	دہن،
زیادہ	اس سے	کچھ	طف	سخن،

بہاراں	لطف میں	خزان	فضل
زیادہ	اس سے	سمن	برگ

نوائی	پر تلخ	چمن	حال
زیادہ	اس سے	کچھ	مرغ

دیداری	بھی	شکنی	دل
زیادہ	اس سے	کچھ	یاد وطن

فانوس	قبا میں	بدن،	شع
زیادہ	اس سے	کچھ	خوبی تون

عشق میں کیا ہے غم کے علاوہ
خواجہ من! کچھ اس سے زیادہ



مرے ملنے والے

وہ درکھلا میرے غم کدے کا
وہ آگئے میرے ملنے والے
وہ آگئی شام اپنی راہوں میں
فرش افسردگی بچھانے
وہ آگئی رات چاند تاروں کو
اپنی آرزو دیکھتے نشتر سے
وہ صحیح آئی دلکھتے نشتر سے
یاد کے زخم کو منانے
وہ دوپھر آئی آستین میں
چھپائے شعلوں کے تازیانے
یہ آئے سب میرے ملنے والے
کہ جن سے دن رات واسطہ ہے
یہ کون کب آیا کب گیا ہے
نگاہ و دل کی خبر کہاں ہے
خیال سوئے وطن روایا ہے
سمندروں کی ایال تھامے
ہزارو ہم گماں سنجھا لے
کئی طرح کے سوال تھامے



گاؤں کی سڑک

یہ دیس مفلس و نادار کجھ کلا ہوں کا
یہ دیس بے زرود بینار بادشا ہوں کا
کہ جس کی خاک میں قدرت ہے کیمیائی کی
یہ ناہبیان خداوند ارض کا مسکن
یہ نیک پاک بزرگوں کی روح کا مدن
جہاں پہ چاند ستاروں نے جبہ سائی کی

نہ جانے کتنے زمانے سے اس کا ہرستہ
مثال خانہ بے خانماں تھادر بستہ
خوشا کہ آج بفضل خدا وہ دن آیا
کہ دست غیث نے اس گھر کی درکشائی کی
چنے گئے ہیں سمجھی خار اس کی را ہوں سے
سمی گئی ہے بالا آخر برہنہ پائی کی



اب کے برس دستور ستم میں

اب کے برس دستور ستم میں کیا کیا باب ایزاد ہوئے
جو قاتل تھے مقتول ہوئے جو صید تھے اب صیاد ہوئے

پہلے بھی خزاں میں باغ اجرے پر یوں نہیں جیسے اب کے برس
سارے بوٹے پتہ پتہ روشن روشن بر باد ہوئے

پہلے بھی طواف شمع وفا تھی، رسم محبت والوں کی
ہم تم سے پہلے بھی بہاں منصور ہوئے فرہاد ہوئے

اک گل کے مرجھانے پر کیا گلشن میں کہرام مچا
اک چہرہ کھلا جانے سے کتنے دل ناشاد ہوئے

فیض، نہ ہم یوسف نہ کوئی یعقوب جو ہم کو یاد کرے
اپنی کیا، کنعاں میں رہے یا مصر میں جا آباد ہوئے



غم بہ دل شکر بہ لب مست

غم بہ دل شکر بہ لب مست غزل خواں چلنے
جب تک ساتھ رہے عمر گریزاں چلنے

رحمت حق سے جو اس سمت کبھی راہ ملے
سوئے جنت بھی براہ رہ جاناں چلنے

نذر مانگے جو گلستان سے خداوند جہاں
ساغر مے میں لئے خون بہاراں چلنے

جب ستانے لگے بے رنگی دیوار جہاں
نقش کرنے کوئی تصویر حسیناں چلنے

کچھ بھی ہو آئینہ دل کو مصفا رکھئے
جو بھی گزرئے مثل خسر و دوراں چلنے

امتحان جب بھی ہو منظور جگر داروں کا
محفل یار میں ہمراہ رقیباں چلنے



وہ بتوں نے ڈالے ہیں وسو سے

وہ بتوں نے ڈالے ہیں وسو سے کہ دلوں سے خوف خدا گیا
وہ پڑی ہیں روز قیامتیں کہ خیال روز جزا گیا

جو نفس تھا خار گلو بنا، جو اٹھے تو ہاتھ لہو ہوئے
وہ نشاط آہ سحر گئی وہ وقار دست دعا گیا

نہ وہ رنگ فصل بہار کا، نہ روشن وہ ابر بہار کی
جس ادا سے یار تھے آشنا وہ مزانج باد صبا گیا

جو طلب پہ عہد وفا کیا تو وہ آبروئے وفا گئی
سر عام جب ہوئے مدی تو ثواب صدق و صفا گیا

ابھی باد بان کو تہ رکھو ابھی مضطرب ہے رخ ہوا
کسی راستے میں ہے منتظر وہ سکون جو آ کے چلا گیا



ستم سکھلائے گارسم وفا

ستم سکھلائے گا رسم وفا ایسے نہیں ہوتا
ضم دکھلائیں گے راہ خدا ایسے نہیں ہوتا

گنو سب حسرتیں جو خون ہوئی ہیں تن کے مقتل میں
مرے قاتل! حساب خون بہا ایسے نہیں ہوتا

جہان دل میں کام آتی ہیں، تدبیریں نہ تعزیریں
یہاں پیان تسلیم و رضا ایسے نہیں ہوتا

ہر اک شب ہر گھٹری گزرے قیامت یوں تو ہوتا ہے
مگر ہر صبح ہو روز جزا ایسے نہیں ہوتا

روان ہے نبض دوران، گردشون میں آسمان سارے
جو تم کہتے ہو سب کچھ ہو چکا، ایسے نہیں ہوتا



گیت

جلنے لگیں یادوں کی چتا نہیں
آؤ کوئی بیت بنائیں
جن کی رہ تکتے جگ بیتے
چاہے وہ آئیں یا نہیں آئیں
آنکھیں موند کے نت پل دیکھیں
آنکھوں میں ان کی پرچھائیں
اپنے دردوں کا مکٹ پہن کر
بے دردوں کے سامنے جائیں
جب رونا آوے مسکائیں
جب دل ٹوٹے دیپ جلا نہیں
پریم کھا کا انت نہ کوئی
سکتی بارا سے دھرا نہیں
پریت کی ریت انوکھی ساجن
کچھ نہیں مانگیں سب کچھ پائیں
فیض ان سے کیا بات چھپی ہے
ہم کچھ کہہ کر کیوں پچھتا نہیں



ایک ترانہ

پنجابی کسان کے لئے

اٹھا تاں نوں جٹا
مردا کیوں جائیں
بھولیا! توں جگ دا ان داتا
تیری باندی دھرتی ما تا
توں جگ دا پالن ہار
تے مردا کیوں جائیں
اٹھا تاں نوں جٹا
مردا کیوں جائیں
جنل، کرنل، صوبیدار
ڈپٹی ڈی سی، تھانیدار
سارے تیرادتا کھاون
توں بے نہ بھیں توں بے نہ گا ہویں
بھکھھے، بھانے سب مرجاون
ایہہ چاکر توں سرکار
مردا کیوں جائیں
اٹھا تاں نوں جٹا

مردا کیوں جائیں
 وچ کچھری، چونکی تھانے
 کیہہ ان بھول تے کیہہ سیانے
 کیہہ اشراف تے کیہہ نمانے
 سارے کھل خوار
 مردا کیوں جائیں
 اٹھاتاں نوں جٹا
 ایکا کرلو ہو جاؤ کھٹھے
 بھل جاؤ را نگر، چیع، چٹھے
 سبھی دا کے پر بیوار
 مردا کیوں جائیں
 بے چڑھ آون فوجاں والے
 توں وی چھویاں لمب کرالے
 تیر احت تری تلوار
 تے مردا کیوں جائیں
 دے ”اللہ ہو“ دی مار
 تے مردا کیوں جائیں



ایک نغمہ

تارکین وطن کے لئے

”وطنے دیاں ٹھنڈیاں چھائیں اویار

ٹک رہو تھائیں اویار“

روزی دیوے گاسائیں اویار

ٹک رہو تھائیں اویار

ہیرنوں چھڈ ٹرگیوں رنجھیئے

کھیڑیاں دے گھر پے گئے ہا سے

کانگ اڈاون ماواں بھیناں

تر لے پاوں لکھ ہزاراں

پنڈوچ کڈی ٹوہر شریکاں

یاراں دے ڈھے پئے منڈا سے

ویراں دیاں ٹٹ گھیاں باسیں اویار

ٹک رہو تھائیں اویار

روزی دیوے گاسائیں

کانگ اڈاون ماواں بھیناں

تر لے پاوں لکھ ہزاراں

خیرمناون سنگی ساتھی

چرخے او ہلے روون میاراں
ہاڑاں کر دیاں سنجیاں رائیں

ٹک رو تھائیں او یار

وطنے دیاں ٹھنڈیاں چھائیں
چھٹد غیراں دے محل چو محلے
اپنے ویڑے دی ریس نہ کائی
اپنی جھوک دیاں ستے خیراں
بیا اس نے قدر نہ پائی

موڑ مہاراں

تے آگھر باراں
مڑیں آکے مول نہ جائیں او یار
ٹک رو تھائیں او یار

